مسلکِ اہلحدیث کا داعی اور ترجمان

ہفت روزہ الاعتصام

لاہور پاکستان

جلد ۳۵ | ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ | جمعۃ المبارک | ۲۷ جنوری ۱۹۸۴ء | شمارہ ۲۶

مندرجات

مدیر مسئول محمد عطاء اللہ حنیف

مدیر: حافظ صلاح الدین یوسف
علیم ناصری ایم اے

معاون: محمد سلیمان انصاری

سالانہ ــــ ۵۰ روپے
فی پرچہ ــــ ۵۰/۱ روپیہ
ممالک غیر ــــ ۲۰ پونڈ

لڑاہم قرارداد یں

فوجی حکومت کے دور میں اختلاط مرد و زن کی وبا اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے

مجلس خدمت اسلامی لاہور کی قرارداد

مجلس خدمت اسلامی لاہور کی مجلس مشاورت نے اپنے حالیہ اجلاس میں اس بات پر گہرے رنج کا اظہار کیا کہ مملکت پاکستان جس کی تعمیر صرف اس بنیاد پر ہوئی تھی کہ یہاں اسلامی معاشرہ کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ وہاں مغربی اصول کی پروردہ چند خواتین سرعام سرکاری سرپرستی میں "اپوا" کے نام پر مسلمانوں میں عریانی اور فحاشی کے فروغ کے لئے کھلے عام مصروف عمل ہیں۔ مجلس کے اجلاس میں منظور کردہ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ ہماری یہ بدقسمتی رہی ہے کہ برسراقتدار آنے والی ہر حکومت نے اس وباء کو روکنے کے لیے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا۔ حد تو یہ ہے کہ مارشل لاء کے زیر سایہ اقتدار پر قابض حکومت جس نے چادر اور چار دیواری کے تحفظ کے بلند بانگ دعوے کئے تھے اس کے دور میں ہی اختلاط مرد و زن کی وبا اپنے عروج کو پہنچ چکی ہے۔ آج ہمارے ملک کے تمام ذرائع ابلاغ حکومت کے مغرب زدہ حکام کی سرپرستی میں پورے معاشرے کو جبراً مخلوط مغرب زدہ اور شرم وحیا سے عاری معاشرہ بنانے پر تلے بیٹھے ہیں۔ مخلوط معاشرے کی مہم کو اس حد تک پہنچایا جا رہا ہے کہ دیہات کی یونین کونسلوں اور زکوٰۃ کمیٹیوں تک میں عورتوں کی نامزدگی کی گئی ہے تاکہ معاشرے میں کسی سطح کی کوئی مجلس بھی ایسی نہ ہو جو مخلوط معاشرے کے تصور سے خالی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ فحاشی کے فروغ کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں نے مسلمانوں کی غیرت و حمیت کو ختم کر کے ان میں جذبۂ جہاد کو سرد کرنے اور اسلامی اقدار کے تحت اسلامی معاشرے میں زندگی کے روز و شب بسر کرنے کے جذبہ کو پروان نہ چڑھنے دینے کی جدوجہد جاری رکھی ہوئی ہے۔ قرارداد میں ان تمام عناصر کی مذمت کی گئی ہے جو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے مسلمانوں میں فحش کاری اور عریانی کو فروغ دے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں حکومت کی بھی مذمت کی گئی ہے جو ان مغرب زدہ ذہن کے مالک، لادین عناصر کی سرپرستی کرتی ہے۔ قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ ملک گیر سطح پر اہل علم کا ایک بااختیار بورڈ بنایا جائے جو فحاشی کی اس خوفناک لہر کو روکنے کے لئے مناسب تدابیر سوچے اور حکومتی اختیارات کے ذریعے مؤثر طور پر انہیں بروئے کار لایا جاسکے۔ (روزنامہ "جسارت" کراچی ۱۰ جنوری ۸۴ء)

موسیقی کی تعلیم اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے

موسیقی کو بطور اختیاری مضمون تعلیمی نصاب سے خارج کیا جائے: انجمن خواتین اسلام۔

لاہور کی خواتین نے تعلیمی اداروں میں موسیقی کو بطور مضمون تعلیمی نصاب میں شامل رکھنے پر تشویش کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ سکولوں اور کالجوں کی سطح پر موسیقی کی تعلیم اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے پاک انجمن خواتین اسلام کے جنرل اجلاس میں ایک قرارداد بھی منظور کی گئی جس میں کہا گیا کہ موسیقی کو بطور اختیاری مضمون نصاب میں شامل کرنے سے نئی نسل کے کردار کی تعمیر میں رکاوٹ ثابت ہو سکتی ہے پاک انجمن خواتین کی قرارداد میں مزید کہا گیا کہ موسیقی کا ہماری ملی اور مذہبی روایات سے کوئی تعلق نہیں موسیقی کی تعلیم و تدریس اور اسے قومی تعلیمی نصاب میں شامل کرنا برصغیر میں ہندو تہذیب کا آئینہ دار ہے اور تعلیمی اداروں میں اس کی پذیرائی اسلام کے ملی اور مذہبی تقاضوں کے منافی ہے قرارداد میں یہ بھی کہا گیا کہ محکمہ تعلیم فوری طور پر موسیقی کی تعلیم کی کسی بھی صورت میں درس و تدریس پر ممانعت کے لئے سرکلر جاری کرے اس قرارداد کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ موسیقی کو تعلیمی نصاب سے فوری طور پر خارج کیا جائے۔ اجلاس میں انجمن کی اراکین کے علاوہ محترمہ نثار فاطمہ اور ممبر لاہور کی اہلیہ بیگم فرحت

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۲ جنوری ۸۴ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ الاعتصام لاہور

جلد ۳۵ شمارہ ۲۶

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ
۲۷ جنوری ۱۹۸۴ء

شناختی کارڈ پر عورت کی تصویر؟

یہ تجویز سراسر اسلام کے خلاف ہے

پچھلے دنوں صدرِ مملکت نے اپنی ایک تقریر میں حکومت کے زیرِ غور ایک تجویز کی طرف اشارہ کیا تھا کہ الیکشن کے دوران عورتوں کے شناختی کارڈوں پر ان کی تصاویر نہ ہونے کے باعث ووٹ ڈالنے میں دھوکہ دہی کا امکان ہے اس لئے حکومت اس قانون کی منظوری دینے کی کوشش کر رہی ہے کہ آئندہ عورتوں کو بھی اپنے شناختی کارڈوں پر تصاویر لگانا ضروری قرار دیا جائے۔

ہمارے صدرِ محترم ایک طرف اسلامی قانون کے نفاذ کے سلسلے میں دن رات اپنی کوششوں کا ذکر بڑے تہدید آمیز لہجے میں کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی بعض حکومتی اور دنیاوی مصالح کو بھی اہمیت دیتے ہیں خواہ وہ اسلام اور آئین اسلام کے سراسر خلاف ہی ہوں۔ ملک میں رقص و موسیقی اور عریانی کی وبا جس زور سے اُبھر رہی ہے اور اس کو آرٹ اور کلچر کے خوب صورت القاب سے حکومت خود اپنی سرپرستی میں پروان چڑھا رہی ہے وہ حکومت کے اسلامی آئین کے نفاذ کے بلند بانگ دعووں کی تردید کا ایک بیّن ثبوت فراہم کر رہی ہے۔ آئے دن ڈرامہ بازوں، موسیقاروں، رقاصاؤں، نغمہ نگاروں، فلم سازوں اور فلم بازوں کو صدارتی ایوارڈوں سے نوازا جاتا ہے اس طرح اسلام کا مذاق اڑانے والوں کو تمغے دیئے جاتے ہیں جیسے انہوں نے حکومت کی اسلامائزیشن میں معاونت کا ریکارڈ قائم کر دیا ہے کھلاڑیوں کو سرکاری سرپرستی میں حکومتی فنڈ سے لاکھوں روپے برباد کرنے کے لیے کھلا چھوڑ رکھا ہے خواہ وہ بیرونِ ملک جا کر ملک و ملت کی بدنامی کا باعث بنیں اور واپسی پر عیاشی کا سامان سمگل کر کے لاتے رہیں ان پر کوئی قدغن نہیں ملک کے بڑے بڑے شہروں میں سرکاری افسر، صنعت کار اور نو دولتیے کلبوں میں نوروز اور دیگر تقریبات کے بہانے رقص و سرود اور ناؤنوش [illegible] عیش و عشرت میں راتیں بسر کریں۔ ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اس کے باوجود اسلامی نظام کے دعوے بدستور ہواؤں کے دوش پر تیرتے ہیں اور اخبارات میں بڑے مدلل اور مؤثر مضامین اس سلسلے میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ فیا للعجب!!

اب یہ تازہ بیان اخبارات کی زینت بنا ہے کہ عورتوں کو بھی اپنے شناختی کارڈوں پر تصویر لگانا ضروری قرار دیا جائے۔ ہم جانتے ہیں کہ مغرب زدہ عورت اپنی تصویر کی اشاعت میں کتنی بے چین ہے اور اخباروں اور رسالوں کے مدیران خوش وقت ان تصاویر کو کن کن رنگوں اور کیسے کیسے زاویوں سے شائع کر کے دیدہ بازوں کی

ضیافتِ نگاہ کا سامان کرکے اپنی تجارت کو فروغ دینا پسند کرتے ہیں مگر کیا اسلام کا یہی تقاضا ہے کہ دنیاوی ضروریات کو اسلام کے واضح احکام کی خلاف ورزی کے لیے استعمال کیا جائے اور اس طرح احکامِ دین کی توہین و تضحیک کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرلیا جائے۔؟

حکومتِ وقت کو، خصوصًا صدرِ مملکت کو اس قسم کے قوانین بنانے سے پہلے اور بے سوچے سمجھے بیان شائع کرنے سے پیشتر کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور رجوع کرنا چاہیئے۔ اور دیکھنا چاہیئے کہ کہیں ان کے یہ احکام اسلام کے واضح قوانین سے متصادم اور متعارض تو نہیں؟

عورت کے پردے کے واضح احکام سے کون واقف نہیں اور تصویر کی ممانعت کا کس کو علم نہیں؟ اس کے باوجود اگر سیاسی مصالح پر ان اصولوں کو قربان کردیا جائے تو ہمارے اسلام کے نفاذ کے دعوے کس طرح سچے ہوسکتے ہیں۔ جس ضرورت کا احساس حکومت کو ہورہا ہے اس کی تبادل کئی ایک صورتیں ہیں جو ووٹ کے سلسلے میں عورتوں کی طرف سے فراڈ کا سدِباب کرنے میں معاون ہوسکتی ہیں۔ مثلاً

۱۔ عورت کے لئے اپنے شناختی کارڈ کے ساتھ اپنے شوہر یا والد یا گھر کے کسی ذمہ دار مرد کے کارڈ یا اس کی تصدیق شدہ نقل پیش کرنے کو ضروری قرار دیا جائے۔

۲۔ یا انتخابی فہرستوں میں ہر ووٹر کا شناختی کارڈ نمبر درج کردیا جائے جس سے بوگس شناختی کارڈوں کا استعمال ممکن نہیں رہے گا۔

۳۔ پولنگ بوتھ پر ریٹرننگ افسر (خاتون) کے ساتھ متعلقہ محلّے کی سمجھدار اور دیانتدار ایک یا دو خواتین کا تقرر کیا جائے جو ووٹر خاتون کی شناخت میں مدد دے سکیں۔

ہمیں امید ہے کہ حکومت اس تجویز کو منظور کرنے سے پہلے اس کے تمام مضمرات پر غور کرے گی اور ایسا قانون وضع نہیں کرے گی جو اسلامی احکام سے متصادم ہو اور قول و فعل کے پہلے سے موجود تضادات میں اضافہ کرے۔

چوتھی اسلامی سربراہی کانفرنس

مراکش کے شہر کاسابلانکا میں اسلامی ممالک کے سربراہوں کی چوتھی کانفرنس ۱۶ر جنوری ۱۴۰۴ھ کو شروع ہوگئی جس کے ایجنڈے میں بین الاسلامی مسائل کی طویل فہرست ہے۔ ان میں سب سے بڑا مسئلہ عالمِ اسلام کا اتحاد ہے اس کے تحت ایران عراق جنگ کا خاتمہ، بیت المقدس اور فلسطینی مجاہدین کا مستقبل، لبنان میں مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ، اسرائیل کی دست درازیوں کا دفاع، پسماندہ افریقی مسلمان ملکوں کی اقتصادی امداد، افغانستان میں روسی مداخلت کے خلاف چارہ کار، غرض "تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم" کی سی صورت درپیش ہے۔

اس سے پہلے تین سربراہی کانفرنسیں اور کئی وزرائے خارجہ کی کانفرنسیں جگہ جگہ منعقد ہوچکی ہیں اور عالمِ اسلام کو درپیش مسائل پر سنجیدگی سے غور و فکر کیا جاچکا ہے مگر افسوس ہے کہ اب تک عالمِ اسلام کو کسی ایک مسئلے کے باوقار تصفیے کی خوشخبری نہیں سنائی جاسکی اور ہم نشستند و گفتند و برخاستند سے آگے نہیں بڑھ سکے۔

اگر دورِ حاضر میں مسلمان ممالک ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوجائیں اور نظریات اور فکر و عمل کے لحاظ سے ہم آہنگ ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ ایک تیسری عالمگیر قوت بن کر نمودار نہ ہوں مگر افسوس اس بات کا ہے کہ ان کو اتحاد کے لئے کوئی بنیاد میسر نہیں آرہی حالانکہ ان کے اپنے جھنڈے پر "واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا" واضح الفاظ میں لکھا ہوا ہے۔ ان کو "نوشتۂ دیوار" پڑھنے کی بجائے "نوشتۂ قرآن" پڑھنا چاہیئے۔ یہی ہمارا نقطۂ اتحاد ہے اور اسی میں عالمِ اسلام کی قوتِ قاہرہ کا راز مضمر ہے۔ یہ تمام مسائل جو اس وقت اُمتِ مسلمہ کو درپیش ہیں قرآن وسنت کی طرف لوٹنے سے ہی حل ہوں گے اس کانفرنس کو اسی نقطے پر زور دینا چاہیئے۔

۵۔ اللہ باہمی جھگڑوں کو نپٹانے کے لیے بھی یہی نسخہ کامیاب ہوگا۔ فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول۔۔۔ الایۃ ہم اسی کو بھولے ہوئے ہیں۔

[illegible]

احکام و مسائل

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، بنارس ہند

آیت کریمہ کے اجتماعی وِرد کی شرعی حیثیت

سوال گذارش ہے کہ یہاں کی جامع مسجد میں کبھی کبھی کسی صاحب کی طرف سے بعد نماز عشاء آیت کریمہ لا الٰہ الا انت سبحانك ...... کا ورد سوا لاکھ بار کیا جاتا ہے۔ کثیر تعداد میں لوگ شرکت کرتے ہیں، چائے نوش کرتے ہیں۔ بعد ختم حلوہ یا لڈو تقسیم ہوتے ہیں۔ اکثر یہ ورد بیمار کی شفا یا مقدمہ کی کامیابی کے لئے کیا جاتا ہے اور کبھی پتہ ہی نہیں چلتا کہ یہ ورد کیوں کرایا جا رہا ہے۔ یہاں کے مولوی صاحب کہتے ہیں یہ ورد نص سے ثابت ہے۔ کبھی کہتے ہیں یہ مستحب ہے۔ یہ کارِ ثواب ہے۔

مجھ جیسا نالائق اسے بدعت سمجھتا ہے۔ میرے شرکت نہ کرنے پر لوگ ملامت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ براہِ کرم وضاحت فرمائیں کہ یہ ورد شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

خیر اندیش: ماسٹر محمد سلیمان ۴۴/۲ ناگوری محلہ مہدپور ضلع اوجین

جواب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سوال کے جواب میں کبار صحابہ کے عہد کا ایک واقعہ نقل کر دیا جائے جس سے مذکورہ بالا عمل کی شرعی حیثیت پر بڑی جامع روشنی پڑتی ہے۔ یہ واقعہ عمر بن یحییٰ نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں۔

كُنَّا نَجْلِسُ عَلٰى بَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ فَإِذَا خَرَجَ مَشَيْنَا مَعَهُ اِلَى الْمَسْجِدِ فَجَاءَنَا اَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ فَقَالَ اَخَرَجَ اِلَيْكُمْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بَعْدُ؟ فَقُلْنَا لَا فَجَلَسَ مَعَنَا حَتّٰى خَرَجَ فَلَمَّا خَرَجَ قُمْنَا اِلَيْهِ جَمِيْعًا فَقَالَ لَهُ اَبُوْ مُوْسٰى يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنِّیْ رَاَيْتُ فِی الْمَسْجِدِ اٰنِفًا اَمْرًا اَنْكَرْتُهُ وَلَمْ اَرَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اِلَّا خَيْرًا (وَفِی الطبرانی وَلَقَدْ ذَعَرَنِیْ وَاِنَّهُ لَخَيْرٌ) قَالَ فَمَا هُوَ؟ فَقَالَ اِنْ عِشْتَ فَسَتَرَاهُ، قَالَ رَاَيْتُ فِی الْمَسْجِدِ قَوْمًا حِلَقًا جُلُوْسًا يَنْتَظِرُوْنَ الصَّلٰوةَ فِیْ كُلِّ حَلْقَةٍ رَجُلٌ وَفِیْ اَيْدِيْهِمْ حَصًا فَيَقُوْلُ كَبِّرُوْا مِائَةً فَيُكَبِّرُوْنَ مِائَةً وَيَقُوْلُ هَلِّلُوْا مِائَةً فَيُهَلِّلُوْنَ مِائَةً وَيَقُوْلُ سَبِّحُوْا مِائَةً فَيُسَبِّحُوْنَ مِائَةً، قَالَ فَمَاذَا قُلْتَ لَهُمْ؟ قَالَ مَا قُلْتُ لَهُمْ شَيْئًا اِنْتِظَارَ رَاْيِكَ اَوْ اِنْتِظَارَ اَمْرِكَ قَالَ اَفَلَا اَمَرْتَهُمْ اَنْ يَّعُدُّوْا سَيِّئَاتِهِمْ وَضَمِنْتَ لَهُمْ اَنْ لَّا يَضِيْعَ شَیْءٌ مِّنْ حَسَنَاتِهِمْ ثُمَّ مَضٰى وَمَضَيْنَا مَعَهُ حَتّٰى اَتٰى حَلْقَةً مِّنْ تِلْكَ الْحِلَقِ فَوَقَفَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ مَا هٰذَا الَّذِیْ اَرَاكُمْ تَصْنَعُوْنَ؟ قَالُوْا يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَصًا نَعُدُّ بِهِ التَّكْبِيْرَ وَالتَّهْلِيْلَ وَالتَّسْبِيْحَ فَقَالَ فَعُدُّوْا سَيِّئَاتِكُمْ فَاَنَا ضَامِنٌ اَنْ لَّا يَضِيْعَ مِنْ حَسَنَاتِكُمْ شَیْءٌ وَيْحَكُمْ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ! مَا اَسْرَعَ

هَلَكَتَكُمْ هٰؤُلَاءِ صَحَابَةُ نَبِيِّكُمْ مُتَوَافِرُوْنَ
هٰذِهِ ثِيَابُهُ لَمْ تُبْلَ وَاٰنِيَتُهُ لَمْ تُكْسَرْ
وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهِ اِنَّكُمْ لَعَلٰی مِلَّةٍ هِیَ
اَهْدٰی مِنْ مِلَّةِ مُحَمَّدٍ اَوْ مُفْتَتِحُوْ بَابَ
ضَلَالَةٍ قَالُوْا وَاللّٰهِ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ!
مَا اَرَدْنَا اِلَّا الْخَيْرَ قَالَ وَكَمْ مِنْ مُرِيْدٍ
لِلْخَيْرِ لَمْ يُصِبْهُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه
علیه وسلم حَدَّثَنَا اَنَّ قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ
الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ وَاَيْمُ اللّٰهِ
مَا اَدْرِیْ لَعَلَّ اَكْثَرَهُمْ مِنْكُمْ ثُمَّ تَوَلّٰی
عَنْهُمْ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ رَاَيْنَا
عَامَّةَ اُولٰئِكَ الْحِلَقِ يُطَاعِنُوْنَا يَوْمَ النَّهْرَوَانِ
مَعَ الْخَوَارِجِ (مسند دارمی ۱/۲۸-۲۹ نیز دیکھیے
مصنف عبدالرزاق ۳/۲۲۱-۲۲۲ حدیث ۵۴۰۹ ـ معجم کبیر طبرانی
۵/۱۳۳ تا ۱۳۷ ـ احادیث ۸۶۲۸ تا ۸۶۳۹ ـ مجمع الزوائد ۱/۱۸۱)

"ہم لوگ فجر کی نماز سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھے رہتے تھے جب وہ نکلتے تو ان کے ساتھ مسجد جاتے (ایک روز) ہمارے پاس حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے کہا کیا آپ لوگوں کی طرف ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعودؓ) نکل چکے ہیں. ہم نے کہا نہیں ـ اس پر وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئے ـ یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ برآمد ہوئے اور جب وہ نکلے ہم سب ان کی طرف اُٹھ پڑے پھر ان سے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا ـ اے ابوعبدالرحمٰن! میں نے ابھی مسجد میں ایک منکر کام دیکھا ہے ـ میں نے الحمدللہ بھلی ہی چیز دیکھی ہے لیکن بھلی ہونے کے باوجود اُس سے کانپ گیا ہوں ـ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا ہے ؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا اگر آپ زندہ رہے تو آپ بھی ابھی دیکھ لیں گے (اس کے بعد) اُنہوں نے کہا میں نے دیکھا مسجد میں کچھ لوگ حلقے باندھ باندھ کر بیٹھے نماز کا انتظار کر رہے ہیں ـ ہر حلقے میں ایک آدمی ہے لوگوں کے ہاتھوں میں کنکریاں ہیں ـ وہ آدمی کہتا ہے کہ سو مرتبہ اللہ اکبر کہو تو لوگ سو مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہیں وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہو تو لوگ سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں وہ کہتا ہے کہ سو مرتبہ سبحان اللہ کہو تو لوگ سو مرتبہ سبحان اللہ کہتے ہیں ـ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے کہا کہ آپ نے ان سے کیا کہا ـ اُنہوں نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی رائے یا حکم کے انتظار میں کچھ نہیں کہا ـ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے ان سے یہ کیوں نہیں کہا کہ وہ اپنے گناہ شمار کریں اور آپ انہیں اس بات کی ضمانت دے دیتے کہ ان کی نیکیاں کچھ بھی ضائع نہ ہوں گی ـ اس کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور ہم بھی ان کے ساتھ گئے ـ یہاں تک کہ ایک حلقے کے پاس جا کر رُکے اور بولے یہ کیا حرکت ہے جو میں تمہیں کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں ـ اُنہوں نے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! یہ کنکریاں ہیں جن پر ہم اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ اور سبحان اللہ کے کلمات گن رہے ہیں ـ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا! اچھا تو اب تم لوگ اپنے گناہوں کو گنو اور میں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری کوئی بھی نیکی ضائع نہیں ہو گی ـ تم پر افسوس اے اُمّتِ محمدؐ! تمہاری تباہی کس قدر جلد آ گئی ـ حالانکہ یہ تمہارے نبی کے صحابہ ابھی بکثرت موجود ہیں اور یہ آپؐ کے کپڑے ہیں جو ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے ـ اور یہ آپؐ کے برتن ہیں جو ابھی ٹوٹے نہیں ـ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم لوگ یا تو اپنی ملت پر ہو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا پھر تم لوگوں نے گمراہی کا دروازہ کھول رکھا ہے ـ ان لوگوں نے کہا ـ اے ابوعبدالرحمٰن! خدا کی قسم ہم لوگوں نے تو محض نیکی کے ارادے سے ایسا کیا ہے ـ

انہوں نے کہا کتنے ہی نیکی کا ارادہ کرنے والے ایسے ہیں جو نیکی تک نہ پہنچ سکے (سُنو!) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمایا ہے کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہ اُترے گا۔ اور خدا کی قسم میں نہیں جانتا غالباً ان میں سے اکثر تم ہی میں سے ہوں گے۔ اس کے بعد وہ رُخ پھیر کر چلے گئے۔ حضرت عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ (بعد میں) ہم نے ان میں سے تمام لوگوں کو دیکھا کہ نہروان کی جنگ میں خارجیوں کے ساتھ یہ لوگ ہم پر تیر چلا رہے تھے۔"

طبرانی کی روایت کے کچھ اور الفاظ سُننے کے لائق ہیں ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان سے کہا:۔

اِنَّکُمْ مُتَمَسِّکُوْنَ بِذَنَبِ ضَلَالَۃٍ اَوْ اِنَّکُمْ لَاَھْدٰی مِنْ اَصْحَابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۹/۱۳۳)

یعنی "تم لوگوں نے گمراہی کی پونچھ پکڑ رکھی ہے یا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بھی بڑھ کر ہدایت یافتہ ہوگئے ہو۔"

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں:۔

لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَۃٍ ظَلْمَاءَ اَوْ لَقَدْ فَضَلْتُمْ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم عِلْمًا (۹/۱۳۴-۱۳۵)

"تم لوگ ایک تاریک بدعت لائے ہو یا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بڑھ کر علم والے ہوگئے ہو۔"

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

اِنَّمَا یَکْفِی الْمَسْجِدَ مُحْدِثٌ وَاحِدٌ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالتَّبَاغِیْ (۹/۱۳۵)

"پوری مسجد کے لئے ایک ہی بدعتی بہت ہے تم سے پہلے کے لوگ حد سے بڑھ جانے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔"

ایک روایت میں ہے۔

لَقَدِ ابْتَدَعْتُمْ بِدْعَۃً ضَلَالَۃً اَوْ اِنَّکُمْ لَاَھْدٰی مِنْ محمد صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہٖ (۹/۱۳۷)

"تم لوگوں نے ایک گمراہ بدعت ایجاد کی ہے یا پھر تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہو۔"

ایک اور روایت میں ہے۔

اَنْتُمْ اَھْدٰی اَمْ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّکُمْ مُتَمَسِّکُوْنَ بِطَرَفِ ضَلَالَۃٍ (۹/۱۳۷)

"تم لوگ زیادہ ہدایت یافتہ ہو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ؟ یاد رکھو کہ تم لوگوں نے گمراہی کا دامن تھام رکھا ہے۔"

یہ واقعہ آپ کے سوال کا کافی وشافی جواب ہے شریعت میں ورد پڑھنا یقیناً ثابت ہے لیکن کسی ورد کو کسی اجتماع اور شیرنی کے اہتمام کے بغیر آدمی تنہا اپنے طور پر کسی وقت پڑھ لے یہ بالکل الگ چیز ہے اور اجتماع اور حلقہ بندی کے ساتھ پڑھے یہ بالکل الگ ہے۔ پہلی صورت کے مشروع ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ دوسری صورت بھی جائز ہو۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ اکبر، لاالٰہ الا اللہ اور سبحان اللہ جیسے کلمات کہنے اور پڑھنے کو کون شخص غلط اور خلافِ شرع کہہ سکتا ہے لیکن جب یہی کام حلقہ باندھ کر اجتماعی شکل میں کرنے کا اہتمام کیا گیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر، فقیہ النفس، عظیم المرتبت اور اسلامی شریعت کے در و بست سے واقف صحابیٔ رسولؐ نے کتنے صاف اور دو ٹوک لفظوں میں اسے اندھیری بدعت ہلاکت کا سبب اور گمراہی کا دروازہ بتلایا۔ باوجودیکہ نیت محض حصولِ ثواب کی تھی

پس اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کے یہاں جس ورد کا سلسلہ جاری کیا گیا ہے وہ بدعت اور خلافِ شریعت ہے۔ وہ حدیث کے اندر ذکر کئے گئے واقعے سے کہیں زیادہ سنگین ہے کہ اس میں اجتماع اور حلقہ بندی کے علاوہ محفل سے (حصولِ ثواب کی نیت سے کے بجائے مریض کی شفاء اور مقدمے کی کامیابی جیسے خودساختہ مقاصد اور چائے نوشی و تقسیم شیرنی جیسی بغور رسم کا بھی اضافہ ہے۔ [illegible]

سیر و سوانح
قسط (۱۴) آخری

پروفیسر مولانا محمد مبارک صاحب، کراچی

الشیخ عبدالحق بنارسیؒ

موصوف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ متحدہ ہندوستان کے وہابیوں (اہلحدیث) کا عقیدہ تھا کہ سید احمد شہیدؒ بریلوی امام مہدی ہیں جو شہید نہیں ہوئے بلکہ غائب ہو گئے ہیں۔ اس کے متعلق علامہ محدث شمس الحق عظیم آبادی تحریر کرتے ہیں

ویقرب من ھذا ما زعم اکثر العوام وبعض الخواص فی حق الغازی الشہید الامام الامجد السید احمد بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ المہدی الموعود المبشر فی الاحادیث وانہ لم یستشھد فی معرکۃ الغزو بل انہ اختفی عن اعین الناس وھو حی موجود فی ھذا العالم الی الآن حتی افرط بعضھم فقال انا لقیناہ فی مکۃ المعظمۃ حول المطاف ثم غاب بعد ذلک ویزعمون انہ سیعود ویخرج بعد مرور الزمان فیملاء الارض عدلا وقسطا کما ملئت جوراً و ظلماً ھذا غلط وباطل والحق الصحیح ان السید الامام استشھد ونال منازل الشھداء ولم یختف عن اعین الناس قط والحکایات المرویۃ فی ذلک کلھا مکذوبۃ مخترعۃ وما صح منھا فھو محمل علی حسن وقد طال النزاع فی امر السید من حیوتہ واختفائہ حتی جعلوہ جزء العقیدۃ ویجادلون من ینکرہ والی اللہ المشتکی من صنیع ھؤلاء ونعوذ باللہ من ھذہ العقیدۃ المنکرۃ الواھیۃ واللہ اعلم [1]

ترجمہ:۔ اسی عقیدہ کے مطابق بہت سے عوام اور بعض خواص کا یہ خیال تھا کہ سید امام احمد شہیدؒ وہ مہدی موعود ہیں جن کی بشارت احادیث میں دی گئی ہے (یہ بالاکوٹ کے مقام پر) شہید نہیں ہوئے بلکہ وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے ہیں اس حال میں کہ وہ زندہ اس جہاں میں موجود ہیں بعض نے تو یہاں تک کہا ہے کہ ہم نے سید احمد بریلویؒ سے مکہ معظمہ میں طواف کی حالت میں ملاقات کی اس کے بعد غائب ہو گئے ان کا خیال ہے کہ وہ عنقریب واپس آ کر ظاہر ہوں گے اور زمین کو انصاف سے لبریز کر دیں گے جس طرح کہ آج ظلم اور زیادتی سے بھری ہوئی ہے یہ تمام باتیں غلط ہیں۔ حق اور صحیح بات یہ ہے کہ امام احمد سید بریلویؒ شہید ہو گئے اور شہادت کا مرتبہ حاصل کر لیا اور عوام کی نظروں سے کبھی غائب نہیں ہوئے۔ یہ تمام کی تمام حکایات جھوٹی اور گھڑی ہوئی ہیں اگر کوئی بات صحیح ہو تو اس کو اچھائی پر محمول کیا جائے گا۔ سید احمد بریلویؒ کی زندگی اور پوشیدگی کے متعلق نزاع کافی ہے یہاں تک کہ بعض نے اس کو جزء عقیدہ بنا دیا ہے جو شخص اس کا انکار کرتا ہے اس سے یہ جھگڑا کرتے ہیں۔ اس واہیات و غلط عقیدہ سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

علامہ محدث شمس الحقؒ عظیم آبادی نے جو لکھا ہے وہی اہلحدیث کا عقیدہ ہے۔

علماء احناف کا سید احمد بریلویؒ کے متعلق جو عقیدہ

[1] عون المعبود شرح ابی داؤد ج ۴ ص ۱۷۲

ہے اس کے متعلق مولانا سید عبدالحی ف ۱۳۴۱ھ تحریر کرتے ہیں۔

حدثنا الشیخ الصالح محمود حسن والحافظ احمد بن مولانا محمد قاسم والمولوی حبیب الرحمٰن وکلھم ثقة قالوا حدثنا شیخنا الثقة الصدوق الحجة مولانا رشید احمد گنگوھی حدثنا الشیخ الزاھد المتقی الاورع الحجة مولانا مظفر حسین الکاندھلوی قال سمعت من شیخنا مولانا السید احمد عشرة امور وقعت منھا تسعة وبقیت واحدة وھو غیبوبته وظھورہ رحمة اللہ علیہ واللہ اعلم [1]

ترجمہ:۔ ہم سے شیخ محمود حسن، حافظ احمد بن مولانا محمد قاسم اور مولوی حبیب الرحمٰن نے بیان کیا (تینوں معتبر ہیں) کہ ہم سے مولانا رشید احمد گنگوہی نے بیان کیا ان سے مولانا مظفر حسین کاندھلوی نے۔ کہا کہ میں نے اپنے شیخ مولانا احمد سے دس باتیں سنی ہیں جن میں سے نو کا ظہور ہو چکا ہے ایک جو باقی ہے وہ آپ کی غیبوبت اور ظہور کے بارے میں ہے"۔

کیا اس عقیدہ اور شیعہ عقیدہ میں مماثلت نہیں جس طرح شیعہ امام مہدی کے غائب ہونے اور قرب قیامت کے وقت ان کے ظہور کا عقیدہ رکھتے ہیں بالکل اسی طرح مولانا مظفر حسین کاندھلوی اور ان کے ہم مسلک و مشرب کا عقیدہ السید احمد شہید بریلوی کے متعلق ہے۔

اس کے باوجود الشیخ عبدالحق بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کو زیدی شیعہ کہتے اور لکھتے شرم نہیں آتی۔

[1] ارمغان احباب معارف ج ۳۴ ص ۲۷۱ بحوالہ "مولینا سندھی اور ان کے افکار و خیالات پر ایک نظر" ص ۷۷، ۷۸۔

مسائل میں اختلاف کی وجہ سے البتہ بعض لوگوں نے ان کا انتساب شیعیت کی طرف کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے صراحت کی ہے کہ انہوں نے شیعیت سے توبہ کر لی تھی اور ان کا خاتمہ اہل سنت (اہل حدیث) کے مسلک اور عقیدے پر ہی ہوا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم لکھتے ہیں۔

"مرنے سے پہلے وہ اس مذہب شیعہ سے تائب ہو گئے اور خدا کی توفیق اور رہنمائی سے سُنّی اہلحدیث ہو کر فوت ہوئے" [1]

آپ کے تلمیذِ خاص نواب صدیق حسن خان نے لکھتے ہیں۔

وانتقال شیخ عبدالحق بن فضل اللہ محمدی در ۱۲۸۶ھ بمقام منیٰ در موسم حج بعد رجوع از عرفات و مزدلفہ اتفاق افتادہ پس آنچہ در اواسط عمر تزلزل در عقائدِ ایشاں و میل بسوئے تشیع و خبر آں معروف است در آخر عمر ازاں انابت نمودہ اقرار صریح بمذہب اہلسنت وجماعت کردہ بر طریقہ اتباع ازیں خاکدان بعالم جاوداں رحلت کردند وانما الاعمال بالخواتیم وازیں قسم نقل مذاہب و تفرد بعض اقوال براہ خطائے اجتہادی و ازجمعی اکابر سلف از فقہاء وغیرہم نیز منقول است وباصلاح اصل وصحت عمل واستقامت وحسن خاتمہ وعافیت

(باقی ص۱۱ پر)

[1] اشاعۃ السنۃ ج ۲۲ ۹ ص ۲۸۷ بحوالہ اہلحدیث اور سیاست۔

(قسط ۵ آخری)

تحریر: مولانا غلام رسول مہر مرحوم
تلخیص: ادارہ محدث۔ بنارس

مشہدِ بالاکوٹ

بقیہ غازیوں کی تدفین

سکھ تیسرے روز بالاکوٹ سے چلے گئے تو اہل قصبہ آبادی میں واپس آئے۔ اس وقت میدانِ جنگ ہی نہیں بلکہ بالاکوٹ کا شمال و شمال مشرقی میدان بھی لاشوں سے اٹا پڑا تھا۔ اہل قصبہ نے متعدد جگہ ان کی تدفین کی۔ ان مشاہد کی کیفیت حسب ذیل ہے۔

۱۔ مٹی کوٹ کے دامن میں نالے کے دونوں کناروں پر شہداء کے دو قبرستان اب تک موجود ہیں۔

ایک نالے کے مغربی کنارے پر مٹی کوٹ کی سمت میں، دوسرا نالے سے ذرا ہٹ کر اس کی شمالی سمت میں یہیں زیادہ تر شہدا دفن ہوئے۔

(۲) ایک شہید کی قبر قصبہ کے قریب مغربی سمت میں ہے۔

(۳) کچھ قبریں پن چکیوں کے پاس۔ کچھ ست بنے نالے کے پار قصبے کی شمالی و مشرقی کھیتوں میں یعنی شاہ اسماعیل شہیدؒ کی قبر سے بھی آگے ہیں۔

(۴) کچھ قبریں دریائے کنہار کے پار کالو خان پہاڑ کے دامن میں ہیں۔

غازیوں کا نقصانِ جان

جنگ بالاکوٹ کے شہداء کی تعداد کے متعلق روایات مختلف ہیں۔ بیشتر واقف کاروں کا بیان ہے کہ ان کی تعداد تین سو سے زیادہ نہ تھی۔ قرائن سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے سکھ مقتولین کی تعداد سو بتائی گئی ہے۔

بیش بہا چیزیں

غازیوں کا بیشتر سامان غارت ہوا۔ بعض نہایت بیش بہا چیزیں بھی تباہ ہوئیں جن کا کوئی بدل نہیں۔

۱۔ سید صاحبؒ اور مولانا اسماعیلؒ کی بہت سی تحریرات۔

۲۔ مختلف مکاتیب کے اصل مسودے اور ان کے جواب میں وقت کے اکثر سلاطین و روؤسا اور خوانین و علماء کے خطوط۔

۳۔ سید صاحبؒ کا روزنامچہ۔ اس کے مختلف خانوں میں مختلف تفصیل کے ساتھ روز بروز درج ہوتی تھیں۔ ایک بڑے کارخانے میں روزمرہ کے کام کاج اور واقعات جنگ بہ تعین تاریخ لکھے جاتے تھے۔ اسی روزنامچہ کی بنا پر وقتاً فوقتاً مختلف حصوں میں خطوط بھیجے جاتے تھے۔

۴۔ ہر مہینے کے ضروری کاغذات بستوں میں باندھ کر ایک بڑے صندوق میں رکھے جاتے تھے یہ صندوق بھی بالاکوٹ میں بستوں

۵۔ مولوی سید نور احمد نگرامی کی تاریخ "نور احمدی" جس میں سید صاحبؒ کے مفصل حالات درج تھے۔

۶۔ بعض رسائل اور مولانا اسماعیلؒ کے بعض خطبات جو جمعہ یا عیدین کی نمازوں میں دیئے گئے۔

سید جعفر علی نقوی کے قلمدان میں مولانا اسماعیلؒ کے بعض مہری اور دستخطی خطوط محفوظ رہ گئے تھے وطن لوٹتے وقت سہانے میں چوری ہو گئے۔

حرفِ آخر

بالاکوٹ کے بقیہ السیف غازیوں کی تعداد مظفر آباد کے غازیوں

کے ساتھ مل کر سات سو ہوتی ہے۔ ان کی داستان شہیدینؒ کے بعد کے سوا سو سالہ مجاہدانہ کارناموں اور سرگرمیوں کا سرعنوان ہے جس کی اس مضمون میں گنجائش نہیں۔ سردست شہیدینؒ اور ان کے رفقاء کے متعلق مولانا مہرؔ کے فاضلانہ تاثرات پر مضمون ختم کیا جاتا ہے۔ موصوف سید صاحب کی کیفیتِ شہادت کے تذکرے کے بعد لکھتے ہیں۔

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

اس طرح غیرت وحمیت دین کا وہ شہسوار اور رضائے باری تعالےٰ کا وہ علمدار اس دنیا سے رخصت ہوا جس نے ہندوستان کے اندھیرے میں عشق کا چراغ روشن کیا۔ جس نے حصار اسلامیت کی تشیید واستحکام کے لئے اپنا اور اپنے رفیقوں کا خونِ حیات بے دریغ پیش کر دیا۔ سید احمد شہیدؒ نے صرف اس غرض سے جہاد کے لئے قدم اٹھایا کہ کلمۂ حق کا پرچم سربلند ہو۔ اسلام کا غلبہ اوجِ کمال پر پہنچ جائے۔ شریعت غرائے مصطفویؐ کا سکہ ہر جگہ رواں ہو۔ بندوں کا پیمان عبودیت معبودِ حقیقی کے ساتھ از سرِ نو استوار ہو جائے۔ مخلوق کا رشتۂ نیاز خالق کے ساتھ جڑ جائے ان کے جہاد کا دامن نہ حکومت کی خواہش سے ملوث ہوا، نہ اس پر طلبِ جاہ و ثروت کا کوئی دھبہ لگا۔ صرف ایک تڑپ تھی اور صرف ایک اشتیاق تھا کہ خدائے بزرگ و برتر کی خوشنودی حاصل ہو۔ آپ اس ترازو میں ان مشاہیر کے کارنامے رکھ کر تولئے جن کی ناموری کے رُوبرو دنیا قرنہا قرن سے خراجِ تحسین پیش کرتی ہوئی نہیں تھکتی حالانکہ ان میں سے بہت ہی کم افراد نکلیں گے جنہوں نے للہیت کے اس مقام پر چند لمحوں کے لیے بھی کھڑے ہونا پسند کیا ہو جس پر سید احمد شہیدؒ کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک ثانیہ بسر ہوا جس پر ثبات واستقامت میں سید موصوف نے شہادت کو اس خندہ پیشانی سے قبول کیا کہ دوسروں نے شاید زندگی کا خیر مقدم بھی اس رنگ میں نہ کیا ہو۔ ہندوستان میں اسلامی تاریخ کے مشاہیر میں کتنے ہیں جنہیں موقفِ رضا میں سید صاحب کے برابر کھڑا کیا جا سکتا ہے یا آپ کے قریب لایا جا سکتا ہے؟ آپ کی جماعت کے سوا کون سی جماعت ہے جس نے صرف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کو نصب العین بنایا اور ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ اتصال ومماثلت پیدا کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں لیکن خیرہ ذوقی کی نیرنگیاں اور حق ناشناسی کی تلخ کلمیاں ملاحظہ ہوں کہ یہی فنافی اللہ شخصیت اور یہی فنا فی اللہ جماعت سوا سو سال تک ہر قسم کے مطاعن کا ہدف بنی رہی۔ ....!!!

بقیہ : الشیخ عبد الحق بنارسی

عاقبة انشاء اللہ تعالےٰ مغفور و متجاوز عنہ باشد فضل اللہ اوسع (سلسلة العسجد فی ذکر مشائخ السند ص ۳۶)

ترجمہ: "۱۲۸۷ھ میں شیخ عبد الحق بن فضل اللہ محمدی کا ایامِ حج میں عرفات سے مزدلفہ واپسی پر اچانک انتقال ہو گیا۔ عمر کے درمیانی حصہ میں ان کے عقائد میں تزلزل ہو گیا تھا اور کچھ میلان شیعیت کی طرف ہو گیا تھا لیکن آخری عمر میں وہ پھر مذہب اہل سُنت کے پیرو ہو گئے تھے اور اسی مسلک اور عقیدے پر انہوں نے عالم جاودانی کو رحلت کی۔ ان کا یہ نقلِ مذہب ایسی نئی بات نہیں بعض اکابر سلف اور فقہائے اسلام سے بھی ایسی باتیں منقول ہیں جنہیں خطائے اجتہادی سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے اصل مدار خاتمہ عمل پر ہے وہ علم وعمل کا پیکر اور استقامت کا مجسمہ تھے ان کے حسنِ خاتمہ اور انجام بخیر ہی کی اُمید ہے اور انشاء اللہ وہ اللہ کی بارگاہ میں مغفور ومرحوم ہی قرار پائے ہوں گے کیونکہ اس کا فضل وکرم بہت وسیع ہے۔"

اگر کسی کو مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالویؒ کی تحریر سے غلط فہمی ہوئی تو اس کی غلط فہمی دُور ہو جانی چاہیئے مگر یہ بات قابل غور ہے کہ جس طرح ہمارے الشیخ عبد الحق بنارسی کو اللہ تعالےٰ نے توبہ کی توفیق دی وہ مولانا مظفر حسین کاندھلوی اور ان کے ہم مشرب کو نصیب نہیں۔

(قسط ۲۵)

تحقیق و تنقید

مولانا صغیر احمد شاعفت بہاری

محمدی صراطِ مستقیم بجواب دیوبندی صراطِ مستقیم

حنفی " حدیث ابی ایوب انصاری سے (کہ وتر واجب ہے ہر مسلمان پر پس جو شخص پانچ وتر پڑھنا چاہے پڑھے اور جو تین پڑھنا چاہے پڑھے۔ اور جو ایک وتر پڑھنا چاہے پڑھے) ایک وتر کے جواز کے قائلین نے استدلال کیا ہے اس حدیث میں چند وجہ سے کلام ہے۔ اوّل۔ اسے موقوف کہا گیا ہے۔ دوسرے یہ روایت دارقطنی میں اس طرح ہے۔ " وتر حق ہے واجب ہے، پس جو چاہے تین ہی پڑھ لیا کرے " اور نسائی میں اس طرح ہے کہ " جو چاہے ایک وتر پڑھ لیا کرے اور جو چاہے اشارہ کر لیا کرے " اس روایت کو ظاہر پر محمول کیا جائے تو ایک وتر بھی حذف ہو جاتا ہے اور اشارے پر کفایت کر لینے کا جواز نکل آتا ہے۔ بہر حال اس حدیث میں اضطراب ہے۔"

(ص۱۷۶ - ص۱۷۷)

اہلحدیث حضرت ابو ایوب انصاری کی یہ روایت ابو داؤد - نسائی - ابن ماجہ - دارقطنی - حاکم - مصنف ابن ابی شیبہ - مختصر قیام اللیل - احمد - بیہقی - شرح السنۃ وغیرہ میں مروی ہے اور ان ساری کتابوں میں یہی الفاظ ہیں جو یہاں منقول ہیں۔ موارد الظمآن میں بھی ہے۔ اور ابن حبان سے حافظ نے تصحیح بھی نقل فرمائی ہے البتہ دارقطنی نے ایک سند سے صرف تین رکعت کی روایت بھی نقل کی ہے۔

اب غور کرنے سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ حدیث تو وہی ہے جیسے ابو داؤد وغیرہ نے مفصل روایت کیا ہے۔ البتہ بعض راویوں نے حسب ضرورت کسی موقع پر تین ہی رکعت کا عدد بیان کر دیا۔ اس میں اضطراب، تو کوئی نہیں البتہ مقلدین کے دل ضرور مضطرب ہو گئے کہ اس سے پیچھا کس طرح چھڑائیں۔ ورنہ ایک تین اور پانچ کا ذکر موجود ہی ہے کسی نے کسی موقع پر صرف ایک عدد کو ذکر کر دیا تو وہ اس پوری روایت کو مضطرب کیسے بنا دے گا؟ میرے خیال میں اضطراب کا لفظ صرف سنا سُنایا ہے ورنہ اضطراب مصطلح عند المحدثین سے واقفیت نہیں ہے۔

حافظ نے جن حفّاظ سے اس کی تصحیح نقل کی ہے اور موقوف ہونا ثابت کیا ہے اس پر بھی آپ غور کرنے سے رہے؟ جناب ابو ایوب انصاری ایک ایسے امر کا حکم فرما رہے ہیں اور حتمی طور سے کہ اس کی اجازت سوائے شارع اور کسی کو نہیں لہٰذا یہ موقوف روایت بھی حکماً مرفوع ہے۔

امام نسائی سے آپ نے جس زیادۃ کو نقل فرما کر فرضی کہانی بنا ڈالی ہے۔ جناب اس کا مطلب یہ سرے ہی سے نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ سواری سے اتر کر سفر میں فرض ادا کرنے کا حکم تو ہے لیکن وتر سواری پر اشارہ ہی سے پڑھنا بھی جائز ہے چونکہ یہ لفظ احناف کے مزعومہ " وتر واجب ہے " کی بنیاد کو جڑ سے اکھیڑ رہا ہے۔ اس لیے اس کا غلط مطلب بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ میں نے جو یہ تشریح کی ہے اس کے دلائل کتبِ احادیث میں موجود ہیں کہ وتر راحلہ پر جائز ہے۔

الحمد للہ ہم ابو ایوب انصاری کی روایت پر بھی غور و فکر سے فارغ ہوئے اور حق ہی کا اظہار ہوا یعنی ایک،

تین یا پانچ رکعت وتر بیک سلام پڑھنے کی اجازت دربارِ نبوت سے ثابت ہے۔ اس کا منکر یوم القیامت قابلِ گرفت ہوگا۔ اس لیے ہم انکار سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

حنفی "آخری بات: تعدادِ وتر کا مسئلہ: حافظ ابن حجر نے ابن الصلاح کے اس قول کے جواب میں کہ "ہمیں کسی روایت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک وتر پڑھنا معلوم نہیں ہوتا" ابن عباسؓ کی یہ روایت پیش کی ہے کہ "آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت کے ساتھ وتر پڑھے" اپنے مذہب کی رعایت کے لئے حافظ کی مجبوری بلاشبہ قابلِ رحم ہے ...... لیکن حافظؒ کی ابن حبان والی یہ اکلوتی روایت اسی پر محمول ہوگی کہ آپ نے ایک رکعت کو ماقبل کے دوگانہ کے ساتھ ملا کر تین وتر پڑھے" (الملخص صفحہ ۱۷۷-۱۷۸)

اہلحدیث یہاں آپ نے ابن حجر ہی نہیں بلکہ حدیثِ رسولؐ کی بھی اہانت کر ڈالی۔ لہٰذا اس کا فیصلہ روزِ جزا انشاء اللہ ہوگا۔ فانتظر۔

دراصل جس عبارت کو آپ نے نقل کر کے یہ سب کچھ لکھا ہے، اس پر آپ نے زیادہ غور کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہاں پر تین شخصیتوں کی تین باتیں ہیں اور بہت اختصار ہے۔ اوّل امام رافعی کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ایک رکعت وتر پر مواظبت فرمائی ہے اور یہ بات حق ہے کیونکہ جس طرح بھی پڑھی جائے وتر ایک ہی ہوگا۔

(۲) ابن صلاح کا اعتراض یہ ہے کہ صرف ایک ہی رکعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، یعنی اس رکعت سے قبل تہجد کی کچھ رکعتیں حسبِ معمول آپ کی ہوتی تھیں۔

(۳) ابن حجر اس اعتراض کا جواب دے رہے ہیں کہ ابن عباس کی روایت سے ایک رکعت کا پڑھنا بھی صحیح ابن حبان میں ثابت ہے۔

اب ان تینوں باتوں کو کوئی شخص سمجھ لے تو پھر اعتراض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ معاملہ یہ نہیں ہے کہ ایک رکعت منفرد وتر تہجد کے بعد آپ سے ثابت ہے یا نہیں۔ اگر یہ معاملہ ہوتا تو ابن حجر اتنی روایتیں نقل کر دیتے کہ منکرین کا ہارٹ فیل ہو جاتا۔ بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشاء کے بعد اور فجر کے بعد اور فجر کے درمیان صرف اور صرف ایک ہی رکعت پر اکتفا ثابت ہے یا نہیں؟ اس کا جواب ابن حجر کیب عن ابن عباسؓ کی روایت جو ابن حبان میں ہے اس سے دے رہے ہیں۔ اور آپ کا مطالبہ بھی یہی ہے: اس وقت ابن حبان ہمارے پاس موجود نہیں بلکہ کل چھپی بھی نہیں ہے لیکن ہم ابن حجرؒ کو امین سمجھتے ہیں خائن نہیں۔ آپ نے جو یہ سمجھا ہے کہ ابن عباس اپنی مشاہدہ سے ہٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں کوئی روایت ہی نہیں کرتے وہ بالکل ناقص سمجھ ہے اس پر دو شاہد میرے پاس ہیں (۱) اگر وہی روایت مراد ہوتی تو ابن حجرؒ صحاح کو چھوڑ کر ابن حبان کا حوالہ نہ دیتے (۲) ابن عباسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فعلی کے علاوہ قولی روایت کے بھی راوی ہیں۔ عن أبی مجلز قال سألت ابن عباس عن الوتر فقال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول رکعۃ من آخر اللیل (منحۃ المعبود ج ۱ ص ۱۱۹) "ابومجلز نے فرمایا کہ میں نے ابن عباس رضی سے وتر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وتر ایک ہی رکعت ہے آخر رات میں" دیکھا آپ نے یہ مشاہدہ والی روایت نہیں بلکہ رسول کریمؐ کی زبانِ مبارک سے سنی ہوئی روایت ہے۔

ایک سوال اور بھی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تہجد پر ہمیشگی ثابت ہے تو پھر کس موقع پر آپؐ نے ایک رکعت وتر پر ہی اکتفا کیا ہوگا؟ چونکہ پوری روایت تو ہمارے سامنے نہیں لیکن ہم تخمیناً یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کسی سفر کا واقعہ ہوگا اور سفروں میں سے بھی غالباً حجۃ الوداع کا۔ کیونکہ مزدلفہ میں آپ نے صرف مغرب عشاء کی نماز جمع اور قصر ادا

کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسی وقت ایک رکعت وتر بھی آپ نے
پڑھ لیا ہو یا پھر اور کسی سفر میں۔ واللہ اعلم بالصواب

یہ ساری باتیں تو ایک مومن اور محدث کی پوزیشن کو
صاف کرنے کی صحیح ترجمانی میں لکھی ہیں ورنہ ہم اس واقعہ کے
ثبوت کے محتاج نہیں جب ہمیں دربار نبوی سے ایک کا حکم
مل چکا ہے تو ہمیں اتنا ہی کافی ہے اس پر آپ کا عمل ہو نہ ہو
حکم تو موجود ہے۔

حنفی الغرض پورے ذخیرۂ احادیث میں اس کا ثبوت
نہیں کہ آپ نے صرف ایک رکعت وتر پر اکتفا فرمایا ہو۔۔۔
البتہ اس سے انکار نہیں کہ بعض صحابہ و تابعین (رضوان اللہ علیہم)
اپنے اجتہاد سے ایک رکعت وتر کے بھی قائل تھے۔۔۔ لیکن
یہ روایت شاذ ہے (ص۱۷۱)

اہل حدیث ابھی اوپر جو باتیں گذری ہیں ان سے اس
کی تردید بخوبی ہو جاتی ہے۔ پھر ہمیں یہ معلوم ہے کہ آپ
کی عادت مبارکہ ہمیشہ تہجد پڑھنے کی تھی اور تہجد فرض نہیں
اللہ نے آپ کو قیامت تک کے لئے اسوہ بنا کر بھیجا تھا
اور آپ کو اللہ کی طرف سے یہ معلوم تھا کہ آپ کی ساری
امت تہجد کی پابندی نہیں کر سکتی اس لئے آپ نے قولاً
ایک رکعت کا حکم صادر فرمایا پس جو شخص تہجد نہ پڑھتا
ہو، اس کے لئے جادۂ مستقیم یہی ہے کہ ایک رکعت وتر
پڑھ لے اور اس پر صحابہ تابعین کا عمل ثابت ہے اور جن
صحابہ و تابعین سے تین یا اس سے زیادہ پڑھنا ثابت ہے
وہ ایک کے منکر نہیں بلکہ وتر ایک ہی تھا اس سے قبل
کچھ نفل انہوں نے وتر کے ساتھ شامل کر لئے۔ لہذا ایک
رکعت کی روایت اور اس پر عمل کرنے والوں کو شاذ آراء سے
تعبیر کرنے والا خود بے خبر ہے اور یہ صحابہ پر اتہام ہے کہ
یہ ان کا اجتہاد تھا، یہ صحابہ کا اجتہاد نہیں تھا بلکہ سنت
رسول پر ان کا عمل تھا۔

حنفی "حضرت عمرؓ کے حکم سے تراویح کی باقاعدہ جماعت
کا اہتمام شروع ہوا۔ مؤطا امام مالک ص۴۲ میں اس سلسلے
میں دو روایتیں نقل کی ہیں۔ ایک گیارہ رکعت کی اور دوسری
تئیس رکعت کی۔ علامہ قسطلانی شرح بخاری میں
لکھتے ہیں۔ "امام بیہقی نے ان کے درمیان اس طرح تطبیق
دی ہے کہ پہلے گیارہ رکعتوں کے ساتھ قیام کرتے تھے۔ پھر
بیس تراویح اور تین وتر کے ساتھ۔ اور حضرت عمرؓ کے زمانے
میں صحابہؓ کا جو تعامل رہا اس کو علماء نے بمنزلہ اجماع کے شمار
کیا ہے۔" اور حافظ موفق ابن قدامہ نے بھی المغنی ج۲ ص۱۶۷
میں اسے بمنزلہ اجماع کے کہا ہے۔ گویا حضرت عمرؓ کے
زمانے میں جہاں بیس رکعت تراویح پر "کالاجماع" ہوا وہاں
وتر کی تین رکعت پر بھی یہی "کالاجماع" ہوا۔ اور جو حضرات
آٹھ رکعت تراویح کے قائل ہیں ان کی بنیاد بھی صحاح کی
وہ حدیث ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول گیارہ
رکعت قیام اللیل بتلایا گیا ہے گویا یہاں بھی دائمی معمول تین وتر
ہی نکلے۔ اور یہ حضرات بھی کم از کم وتر کے مسئلے میں تو ہمارے
ساتھ متفق ہو گئے" (۱۷۹-۱۸۰)

اہلحدیث مؤطا کے حوالے سے آپ نے دو روایتیں
نقل کر کے اس کے بعد امام بیہقی کی تطبیق ذکر کی ہے لیکن افسوس کہ
اس کے بعد حسب منشاء عبارت نقل کر کے چھوڑ دیا۔ اس سے
علمائے احناف کی مجبوریوں کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے مسلک
کو ثابت کرنے کے لیے خوف خدا کو بھی بسا اوقات چھوڑنے
پر تیار ہو جاتے ہیں۔ جناب جو عبارت آپ نے نقل کی ہے
اس کا آخری حصہ ہے کہ "اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صحابہؓ
کا جو تعامل رہا اس کو علماء نے بمنزلہ اجماع کے شمار کیا ہے" پھر
آپ نے قسطلانی سے وہ تعامل کیوں نہیں نقل کیا جن کا ذکر
اسی صفحہ پر قسطلانی نے کیا ہے۔ جناب قسطلانی نے ۱۱، ۲۰،
اور ۳۶ کا بھی ذکر کیا ہے تو گویا یہ سب "مما وقع فی
زمن عمر" میں داخل ہے لہذا ان میں سے جن پر بھی
عمل ہو گا اس پر کالاجماع کا اطلاق ہو گا اور اگر آپ اس پر

مصر ہوں کہ آخری عمل ہی اس میں داخل ہے تو لیجئے قسطلانی نے اس کے بعد ہی ابن حبیب مالکی کا یہ کلام بھی نقل کیا ہے کہ بیس کے بعد چھتیس پر عمل ہوا اور اسی چھتیس پر عمل قائم رہ گیا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ آخری عمل بیس کے بجائے چھتیس کا ہے۔ لہٰذا احناف نے صرف اس عبارت سے ۲۰ کے عدد کو لے کر جو "ما وقع فی زمن عمر کالاجماع" کا جو دعویٰ کیا ہے یہ باطل بلکہ بالکل جھوٹ ہے۔

پھر یہاں "کالاجماع" کا لفظ ہے۔ عین اجماع نہیں جس سے زیادہ سے زیادہ اکثر کا عمل مراد ہوگا اور اکثر کا عمل نہ اجماع ہے نہ حجت۔ علامہ ابن الہمام کی التحریر اور اس کی شرح لابن امیر الحاج ج ۳ ص ۹۴ میں ہے (والمختار لیس) اجماع الاکثر (اجماعا) اصلا فلا یکون حجۃ قطعیۃ ولا ظنیۃ لانہ لیس بکتاب ولا سنۃ ولا اجماع ولا قیاس بل ولا دلیل من الادلۃ المعتبرۃ من الائمۃ۔ انتہی۔ یعنی "مختار مذہب یہ ہے کہ اکثر کا اجماع قطعاً اجماع نہیں ہے لہٰذا نہ یہ حجت قطعیہ ہے اور نہ حجت ظنیہ اس لیے کہ ادلۂ اربعہ میں سے کوئی دلیل نہیں ہے) نہ یہ کتاب ہے اور نہ سنت ہے اور نہ اجماع ہے اور نہ قیاس بلکہ ان دلیلوں میں سے بھی یہ کوئی دلیل نہیں ہے جو احنفہ کے علاوہ دوسرے ائمہ کے نزدیک معتبر ہیں"۔

افسوس ان علماء احناف پر جو اپنے مذہب کے اصول و قواعد کو بھی نہیں مانتے بلکہ اپنی مرضی سے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ لدھیانوی صاحب کے شیخ الشیخ انور شاہ صاحب کا بھی ایک حوالہ یہاں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے فیض الباری ج ۳ صفحہ ۲۲۴ میں آپ فرماتے ہیں ولا حجۃ فی الشیوع والکثرۃ بعد عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان العبرۃ بما کان فی عہد صاحب النبوۃ یعنی "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی عمل کی اشاعت اور کثرت کوئی شرعی حجت نہیں ہے بلکہ اعتبار اسی عمل کا ہوگا، جو عہد نبوی میں موجود تھا"۔

اب آپ اپنے آئینے میں اپنا منہ دیکھ لیجئے کہ اپنی قوم کو کس سنت کی دعوت دے رہے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ نے جو ابن قدامہ اور شاہ ولی اللہ دہلوی کا حوالہ دیا ہے وہ سب وہی ہیں جن کا اوپر جواب ہو چکا۔ لہٰذا آپ نے جو اہلحدیثوں پر طنز کیا ہے کہ صحابہ اور ائمہ کے اجماع کے منکر ہیں یہ آپ کی نافہمی ہے جب اجماع کا وجود ہی نہیں تو پھر انکار کس چیز کا۔ آخری بات یہ کہ آپ نے اپنی خوش فہمی سے یہ سمجھ لیا کہ ۸ تراویح اور تین وتر آپ کے لیے وفاق کا مسئلہ بن گیا۔ جناب یہ تین وتر جو اہلحدیث پڑھتے ہیں وہ حدیث نبوی کے مطابق اور تین وتر جو آپ لوگ پڑھتے ہیں وہ اپنی مرضی کے مطابق پھر وفاق کیسا۔ یہ تو آپ کی خوش فہمی ہی نہیں عدم تدبر کا نتیجہ ہے۔ ورنہ آپ وادیٔ کوفہ کے باسی ہیں اور ہم وادیٔ مدینہ کے باسی، البتہ آپ وادیٔ کوفہ سے نکل کر وادیٔ مدینہ میں آنا چاہیں۔ یعنی ۸ رکعت تراویح اور تین وتر مدنی طریقہ پر پڑھنا چاہیں تو ہم آپ کو خوش آمدید کہیں گے۔ (باقی)

انجمن شبان اہلحدیث سمندری کی قراردادیں

(۱) آج کا یہ عظیم اجتماع پاسپورٹ اور شناختی کارڈ پر عورتوں کی تصاویر کو اسلامی آئین کے منافی سمجھتا ہے اسلام میں عورت کا تقدس ہی پردہ سے ہے ایسا قانون بنانا قرآن و سنت کے احکام کی کھلی خلاف ورزی ہے حکومت کو اس سلسلے میں کوئی قانون نہیں بنانا چاہیئے۔

(۲) ختم نبوت کے ممتاز مبلغ مولانا محمد اسلم قریشی کی پر اسرار گمشدگی کا مسئلہ از جلد حل کیا جائے اور اس کی تحقیقات میں کسی بڑے سے بڑے شخص کی بھی رو رعایت نہ کی جائے۔

(۳) جہلم کے ممتاز عالم دین حکیم فیض عالم صدیقی کے قاتلوں کو فی الفور گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے نیز عوام کے جان و آبرو کے تحفظ کا اہتمام کیا جائے۔

(زیر صدارت ... انجمن شبان اہلحدیث سمندری ضلع فیصل آباد)

حکیم عبدالرحمن خلیق خطیب جامع رحمانیہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ

میاں طفیل محمد صاحب امیر کالعدم جماعت اسلامی کی خدمت میں

اپنے ارشاد کی کھلے الفاظ میں وضاحت فرمائیے

جناب میاں طفیل محمد صاحب امیر کالعدم جماعت اسلامی کا ایک بیان پیش نگاہ ہے جس میں آپ نے پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام میں تاخیر و تعویق کے اسباب پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"دراصل دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث، شیعہ اور سُنّی کے آپس میں گروہی اختلافات ہی ہیں جو پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کی راہ میں گزشتہ چھتیس برس سے سب سے بڑی رکاوٹ ہیں"

میاں صاحب کے یہ الفاظ اُن کی اس تقریر کا حصہ ہیں جو اُنہوں نے پچھلے دنوں علما اکیڈمی منصورہ میں اتحاد العلماء کے مولانا مظاہری صاحب کی طرف سے علماء بلوچستان کے اعزاز میں دیئے گئے ایک ظہرانہ میں ارشاد فرمائی۔

اس تقریب میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے گروہی اختلافات کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہونے والی اس درد ناکی کا علاج بھی تجویز کیا ہے اور اس باب میں علما و حضرات کو ان کی ذمہ داری پر بالفاظ ذیل متوجہ کیا ہے۔

"علمائے کرام کا فرض ہے کہ وہ پوری ملت اسلامیہ کو قرآن و سنت کے اسی مشترکہ اور متفقہ مقام پر لانے کا ذریعہ بنیں جس پر حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین حضرت ابوبکر عمر عثمان اور علی رضی اللہ عنہم چھوڑ گئے تھے۔"

(نوائے وقت ۲۲ دسمبر ۱۹۸۳ء)

میاں صاحب پاکستانی سیاست میں پہلے روز سے ہی ایک متحرک شخصیت کی حیثیت سے موجود رہے ہیں اور انہوں نے اس عرصہ میں پاکستانی سیاست کے تمام نشیب و فراز اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں اس لئے ان کے تجربہ اور تجزیہ کی اہمیت سے تو انکار نہیں مگر انہوں نے پاکستان میں اسلامی نظام کی راہ میں جس رکاوٹ کا ذکر کیا ہے ہمارے نزدیک اُن کا یہ خیال بڑی حد تک محل نظر ہے۔ کیونکہ اگر پاکستان میں اسلام کی اہمیت کا راستہ گروہی اختلافات کی دیوار نے ہی روک رکھا ہے تو یہ دیوار یہاں بارہا گر چکی ہے۔ اور ایسی صورت میں اسلام کو یہاں حاکم بن چکنا چاہیئے تھا مگر ایسا نہیں ہو سکا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی نظام کے قیام کی راہ میں یہ اختلافات حائل نہیں ہیں بلکہ یہ رکاوٹ دراصل کوئی اور ہے۔ اگرچہ کسی وجہ سے اس کی نقاب کشائی نہیں کی جا سکی ہے۔

برخلاف واقعہ مفروضے اور بہانے دراصل اُن ناخدا ترس حکومتوں کا شیوہ ہے جو اپنی من مانیوں کو لمبے عرصہ تک قائم اور جاری رکھنے کے لئے ایسے مفروضوں کو اپنے حکومتی حربے کے طور پر اختیار کرتی ہیں۔ یہ سوچ میاں صاحب جیسے سنجیدہ اہل علم و فکر شخص کا حصہ نہیں ہے کیونکہ انہیں تو اسلام کی تاریخ کے اس رُخ سے پوری طرح آگاہی ہونی چاہیئے تھی کہ مسلمانوں کے اندر یہ اختلافات تاریخ کے ہر دور میں ہی رہے ہیں مگر ان کی وجہ سے اسلام کی حاکمیت کا سفر کبھی ملتوی نہیں ہو سکا تھا۔

۲۲ نُقاط

میاں صاحب یقیناً یہ بات بھولے نہیں ہوں گے کہ یہاں اسلام کی حکومت

قائم کرنے کی غرض سے ملک بھر کے تمام ہی فقہی مکاتب فکر کے سرکردہ علماء نے اپنے کراچی اجتماع میں ۲۲ نقاط کی صورت میں باتفاق تمام جو دستاویز مرتب کی تھی ۔ اور جس کی ترتیب میں خود میاں صاحب اور ان کی جماعت نے بھی نہایت مؤثر کردار ادا کیا تھا ۔ ایک ناخدا ترس حکومت کے اس مفروضہ کے جواب میں تھی کہ یہاں اسلام کی حکومت کے قیام کی راہ میں مسلمانوں کے گروہی اختلافات حائل ہیں ۔

اور میاں صاحب کو معلوم ہے کہ گروہی اختلافات کی کوکھ سے اُچھلنے اُبھرنے والے تمام ہی مفاسد کی راہیں اس دستاویز نے مسدود کر دی تھیں مگر اسلام کو اندر داخل ہونے کی اجازت پھر بھی نہیں مل سکی تھی ۔

تحریک قومی اتحاد

تحریک قومی اتحاد کے دنوں کا تجربہ تو ابھی بالکل ہی تازہ تجربہ ہے جب پورے ملک کے مسلمان اپنے سارے ہی اختلافات ترک کر کے ایک دوسرے علماء کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے اور ملک بھر کے اہل حدیث افراد نے مولانا مفتی محمود صاحب کی قیادت میں جان و مال کی بے بہا قربانیاں پیش کیں ۔ اور شہروں کی تو بات ہی الگ ہے ہم نے قصبات اور دیہات میں بھی اس تحریک کا پورا عرصہ تمام مکاتب فکر کے مسلمانوں کو ایک ہی مسجد میں ایک ہی خطبہ کے ساتھ ایک ہی امام کی اقتداء میں جمعہ کی نمازیں ادا کرتے دیکھا ہے مگر ان نو ربدترین لیل و نہار میں بھی اسلام یہاں نہیں آسکا حالانکہ ان دنوں وہ رکاوٹ موجود نہیں تھی جس کا ذکر میاں صاحب نے فرمایا ہے ۔

میاں صاحب سے ایک سوال

ہم کسی بحث میں پڑے بغیر اس بات پر پختہ ایمان رکھتے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کی راہ میں خواہ کوئی بھی رکاوٹ ہو ایسی ہر رکاوٹ کا حقیقی اور حتمی علاج بہرحال وہی ہے جو میاں صاحب نے اپنے بیان میں تجویز فرمایا ہے کہ اس غرض سے مسلمانوں کو ایک بار پھر اُسی دور کی طرف لوٹ جانے کی ضرورت ہے جب سب مسلمان کتاب و سنت کے گرد جمع تھے ۔ اور اللہ کی کتاب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے باہر وہ کسی بات پر بھی کان نہیں رکھتے تھے ۔

اور یہی مرحلہ ہے جہاں پہنچ کر ہمیں جناب میاں صاحب سے ایک صاف اور سیدھا سوال کرنا ہے ۔ اور ہمیں اس سوال کا جواب بھی بالکل سیدھا صاف اور واضح الفاظ میں ہی درکار ہے ۔

تحریک قومی اتحاد کے دنوں میں اہل ملک کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے قومی اتحاد کے چھوٹے بڑے سارے ہی قائدین نے جن میں میاں صاحب اور ان کی جماعت بھی شامل تھی ۔ اس تحریک کا مقصد یہاں اسلامی قانون کا نفاذ اور کتاب و سنت کی حاکمیت کا قیام بتایا تھا ۔

پھر اس آواز پر پورے ملک کے مسلمان "رہبر و رہنما مصطفےٰ" کے نعرے لگاتے گھروں سے نکل کر بازاروں اور شاہراہوں پر اُمڈ آئے ۔ پھر انہوں نے اپنے مقصد کے حصول میں لاٹھیاں کھائیں جیلیں بسائیں اور نقد جان تک کے نذرانے پیش کیے ۔ اب ظاہر ہے کہ یہ سب لوگ کتاب و سُنّت کے نام اور ان کے نفاذ کے وعدہ پر ہی گھروں سے نکلے تھے اور کتاب و سُنّت کے لیے ہی قربانیاں پیش کر رہے تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کتاب و سنّت صرف کتاب و سُنّت کا ہی نام ہے ۔ کسی دوسری بات کو کتاب و سُنّت نہیں کہتے ۔

لیکن جب یہ تحریک کامیاب ہوگئی اور کتاب و سنت کو نافذ کرنے کرانے کا مرحلہ آپہنچا تو ایک روز اچانک ہی جماعت اسلامی کے سربراہ جناب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب مرحوم کا یہ بیان اخبارات میں آگیا کہ یہاں پاکستان میں کتاب و سنت کا نفاذ فقہ حنفیہ کی شکل میں ہی ہو سکتا ہے

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

ملک عبدالرشید عراقی (سوہدرہ)

اسلام

اسلام کے لغوی معنی انقیاد و اطاعت کے ہیں اور شرعی معنوں میں خدا کی اطاعت و عبودیت۔ لہٰذا جو شخص اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور وہ میرا رب (پالنہار) ہے اور وہ لاشریک ہے۔ وہ شخص مسلم ہے۔

مُسلم کون ہے

لیکن یہ اصطلاح اب صرف اُن لوگوں کے لئے مخصوص ہوگئی ہے جو اُس اسلام کے پیرو ہیں جن کا احیاء آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دنیا میں ہوا۔ اس لیے اگر ہم کسی یہودی یا نصرانی کو مسلم کہیں تو وہ اس اصطلاح کے حقیقی مفہوم سے نابلد ہونے کی وجہ سے فوراً یہ بول اُٹھے گا۔ میں مسلم نہیں ہوں بلکہ کچھ اور ہوں۔ لیکن اگر اس لفظ کا ترجمہ کرکے اس سے پوچھا جائے۔ تم خدا پرست ہو یا شیطان پرست تو وہ فوراً اپنے خدا پرست ہونے کا اعلان کریگا۔ اور شیطان پرستی سے انکار کرے گا لیکن وہ مسلم ہونے کا اعتراف نہیں کرے گا اور نہ اہل دنیا ہی اُسے مسلم سمجھتے ہیں تو گویا مسلمان ہونے کے لئے خدا پرستی کے ساتھ رسالت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

تمام انبیاء دینِ اسلام ہی کے داعی اور علمبردار تھے

دین اسلام تمام انبیاء کا دین رہا اور ہر دور کے نبی نے اسی کی لوگوں کو دعوت دی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔

(۱) مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ (الحج۔ ۷۸)

"یہی تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے۔ اسی نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے"

(۲) إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ (آل عمران۔ ۵۱)

"بے شک اللہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ اس کی بندگی کرو۔ یہی سیدھی راہ ہے"

(۳) إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (آل عمران ۱۰)

"یقیناً اللہ کو دین اسلام ہی پسند ہے"

(۴) فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (الروم۔ ۳۰)

یعنی "اللہ کی اس فطرت جس نے اپنے بندوں کو بنایا۔ اللہ اپنے بنائے ہوئے قوانین کو بدلا نہیں کرتا۔ یہ ابن قیم ہے لیکن اکثر اس سے ناواقف ہیں"

(۵) وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ (آلِ عمران ۸۵) "جو کوئی دین اسلام کے سوا اور کسی دین کی خواہش کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا"

اس اعتبار سے اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ اور نہ ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نئے پیغمبر ہیں بلکہ اسلام کے پیامبر ہر ملک و قوم میں ہمیشہ آتے رہے ہیں۔

إِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر ۲۴)

"کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہ گذرا ہو"

لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد۔ ۷) "ہر قوم کا ایک ہادی ہوتا ہے"

ظاہر ہے کہ اگر اسلام ہر ملک میں آچکا ہے تو ہر زمانے میں جو نبی رسول مصلح اور ہادی آتے رہے ہیں وہ سوائے اس کے کچھ نہیں کر سکتے تھے کہ سب سے پہلے جس نبی نے اسلام کی تعلیم دی۔ اسی تعلیم کو دوبارہ زندہ کریں۔ گویا جتنے نبی گزرے ہیں وہ دین قدیم کے زندہ کرنے والے یعنی محی الدین القدیم تھے۔ اسی دین قدیم کو قرآن دینِ انسانی کہتا ہے۔ فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا۔

دین اللہ ایک ہی ہے

یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ صرف ان کا دین حق ہے اور ہم ہی خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ قرآن مجید نے یہود کے اس دعوے کی تردید کی اور واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا کہ اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔ آدمؑ، نوحؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ کا بتایا ہوا راستہ بھی اسلام ہے اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ بھی وہی راستہ ہے جو دین اللہ بتانے والے قدیم انبیاء بتا چکے ہیں۔ غرضیکہ دین اللہ ہمیشہ ایک ہی رہا ہے۔

صرف اسلام ہی دین فطرت ہے

خالق انسان و کائنات نے نہ صرف انسان و کائنات کو پیدا کیا بلکہ ان کے لئے طبعی و اخلاقی قانون (دین) بھی پیدا کر دیا اور اس بات کی بھی نشاندہی کر دی کہ ان قوانین کو توڑنے والا سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

اسلام فطری دین ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو بلکہ حیوانات، نباتات و جمادات کو اپنے قانون کے مطابق پیدا کیا۔ اللہ تعالےٰ خالق ہے اور کائنات کی کوئی مخلوق دین فطرت سے باہر نہیں ہو سکتی۔ اللہ کے سوا کوئی دوسرا خالق نہیں۔ اس لئے یہ ممکن نہیں کہ دنیا میں اللہ کے قانون کے سوا کوئی دوسرا قانون چل سکے۔

مسلم کے لئے تمام انبیائے کرام پر ایمان لانا ضروری ہے

ہر مسلم کے لیے یہ ضروری ہے اور اللہ تعالےٰ کا یہ حکم ہے کہ وہ اس بات کا اقرار کرے کہ ہر قوم میں اللہ کا راستہ بتانے والے نبی و رسل آتے رہے ہیں۔ خواہ ان کے نام معلوم ہوں یا نہ ہوں لیکن ان سب نبیوں رسولوں اور ہادیوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کے ساتھ اس بات پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ ان سب کی بنیادی تعلیم یہی تھی کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اور شیطان سے بچو (اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ) اسی لئے اس کا اعلان کیا گیا ہے کہ تعلیم کے اعتبار سے سب کی تعلیم ایک ہی تھی۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (البقرہ ۲۸۵)

"ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے"

البتہ بعض رسولوں کو ان کے کاموں کے اعتبار سے ایک دوسرے پر فضیلت ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

"یہ سب پیغمبر (ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی)"

کتب الٰہیہ

جس طرح ہر مسلم یہ تسلیم کریگا کہ ان تمام انبیائے کرام کی تعلیمات میں ہدایت و نور ہے۔ قرآن مجید اپنے سے پہلے تمام کتب سماوی کی تصدیق کرتا ہے اور جس طرح تمام انبیائے کرام کے نام معلوم نہیں ہیں۔ اسی طرح تمام کتب سماوی کے نام بھی معلوم نہیں۔

اسلام کا مقصد

اسلام کا مقصد فلاحِ دارین ہے یعنی کل نوعِ انسانی کا خوف دور کر کے امن و مسرت و ترقی کی راہ پر لگانا۔ دوسرے لفظوں میں دنیاوی فارغ البالی مہیا کر کے انسانوں کو ذہنی و روحانی ترقی کی راہ پر ڈالنا مقصد اسلام ہے۔ ؎

عشق ہم راہ است و ہم خود منزل است

ذرائع اسلام

کسی کام کے کرنے کے لئے جو ذرائع استعمال کئے جائیں اس کا نتیجہ وہ نکلتا ہے جیسے ذرائع ہوں۔ اچھے مقصد کے لیے اچھے ذرائع اختیار کرنے چاہئیں۔ قرآن کہتا ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ (النمل - ۲۵)

"آپ ان کو اپنے پروردگار کی طرف حکیمانہ اور مشفقانہ طریقے پر دعوت دیتے رہیئے"

یعنی کسی سے لڑ جھگڑ کر اسے اللہ کا راستہ نہیں بتایا جاسکتا۔ نرمی واخلاقی پاکیزگی سے دوسرے کا دل جیتا جاسکتا ہے

اسلام کی پہلی دعوت میں آخری اعلان شامل ہے

اسلام کی پہلی دعوت میں دنیا کے فلسفے کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ یہ پہلی وحی ہے اور پورے قرآن میں اس پہلی وحی کی تفصیلات ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۰ اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (علق ا تا ۵)

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب کے نام سے پڑھیئے جس نے آپ کو اور سب کو پیدا کیا جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ آپ پڑھیئے۔ آپ کا رب بزرگی والا ہے۔ جس نے قلم سے علم سکھایا۔ اسی نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فرمان

اب آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آخری اعلان کو پڑھیئے جو قرآن اور دیگر کتب الٰہیہ کا نچوڑ ہے۔ اور جسے آپ نے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ حجۃ الوداع میں بیان فرمایا۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالےٰ نے جو پیغام وحیِ اول میں دیا تھا اس کا کیا مطلب ہے اور وہ کون سے اعمال ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان کو مادی و روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا!

لوگو! قصاص، سرقہ اور تہمت وغیرہ اسی طرح حرام کی جاتی ہیں جس طرح اس امن وامان کی سرزمین (مکہ معظمہ) میں یہ باتیں حرام تھیں۔ آج سب پرانے جھگڑے ختم کئے جاتے ہیں اور تم بھائی بھائی ہو ——— تم سب ایک ہی شخص کی اولاد ہو یعنی آدمؑ کی اور آدمؑ کی اولاد ہونے کی وجہ سے تم سب برابر ہو۔ کسی کو کسی پر فوقیت نہیں وہ معمولی کیچڑ سے پیدا کئے گئے تھے اس میں غرور کی کیا بات ہے۔ آج سے نخوت جاہلیۃ (نسلی افتخار) ختم کیا جاتا ہے یہ شیطانی بات ہے ——— سود۔ جوا۔ اور لوٹ مار سے دولت کمانا حرام قرار دیا جاتا ہے اور سب سود منسوخ کیا جاتا ہے ——— غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ ان کو آزاد کردو۔ جو خود کھاؤ انہیں کھلاؤ۔ جو خود پہنو۔ انہیں پہناؤ۔ اور ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لو ——— عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ تمہاری دست نگر ہیں۔ دونوں کے ایک دوسرے پر حقوق ہیں ——— آخر میں آپؐ نے فرمایا کہ ہر حاضر کا فرض ہے کہ وہ غائب کو میرا یہ

تبصرۂ کتب

علیم ناصری

سید العالمین (ایک تحقیقی مقالہ)

مقالہ نگار: مولانا عزیز زبیدی، مولانا محمد ادریس کیلانی
ضخامت: درمیانہ سائز ۴۲ صفحات۔ قیمت درج نہیں
ناشر: جمعیت شبان اہلحدیث کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ

خانقاہی نظام پاکستان میں اتنی شدت اور غوغا آرائی سے جاری ہو گیا ہے کہ قرآن و سنت کی آواز اس نقار خانے میں طوطی کی آواز بن کر رہ گئی ہے (نعوذ باللہ) بزرگوں کی قبروں پر شرک و بدعت کی وہ بھرمار کر دی گئی ہے کہ ملک کی جاہل اکثریت ان عقائد کو اسلام کے اصل عقائد سمجھ کر پورے اخلاص اور قلبی ذوق و شوق سے ان پر عمل پیرا ہیں بدعت پرست مولویوں اور شرک آموز گدی نشینوں نے عوام الناس کو اسلام کے بنیادی عقاید و تعلیمات سے اتنی دور کر دیا ہے۔ اور ان کے دل و دماغ پر وہ اس طرح چھا گئے ہیں کہ بے چارے بے علم اور گنوار لوگوں کو پتہ تک نہیں چلتا کہ وہ گمراہی کی کس دلدل میں پھنستے چلے جا رہے ہیں۔

بریلوی مکتبۂ فکر کے مولویوں نے یہ قسم کھا رکھی ہے کہ وہ اپنے مزعومہ عقاید کو سچا ثابت کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کریں گے خواہ ان کو قرآنی آیات کی بے سروپا تاویل ہی کرنا پڑے۔ اس کے لئے وہ موضوع اور مردود روایات کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے موقف کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایسے ایسے واقعات منسوب کرتے نہیں ہچکچاتے جو دعوت اسلام کے اغراض و مقاصد کی نفی کرتے ہوں۔ اور جن سے توحید باری تعالےٰ کا استخفاف ہوتا ہو۔

ان مشرکانہ عقائد کے سلسلے میں احقاق حق اور ابطال باطل کی ذمہ داری اگرچہ اسلامی حکومت پر بھی ہے مگر افسوس ہے کہ یہاں کی حکومت عقائد کے سلسلے میں کوئی واضح نصب العین نہیں رکھتی اس لیے علمائے حق کو آگے بڑھ کر اپنا فریضہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

کیلیانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) میں کوئی گدی بتائی جاتی ہے جس کے باعث اس قصبے کا نام "حضرت کیلیانوالہ" مشہور ہے وہاں کے گدی نشینوں نے ایک کتابچہ بعنوان "حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے اور آپ کا سایہ نہیں تھا" شائع کیا تھا۔

زیر نظر مقالہ اسی کتابچے کے جواب میں ہے جو مولانا عزیز زبیدی مدظلہ اور مولانا محمد ادریس کیلانی کی مشترکہ کاوش کا نتیجہ ہے۔ یہ مقالہ اس سے پہلے ماہنامہ "محدث" لاہور میں بالاقساط شائع ہو چکا ہے۔ اب جمعیت شبان اہل حدیث کیلیانوالہ نے اس کو یکجا کر کے شائع کیا ہے جو بلاشبہ ایک وقیع دینی خدمت ہے۔ اس مقالے میں قرآن و حدیث کے واضح دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر بھی تھے اور آپ کا سایہ بھی تھا۔ یہ مقالہ ان عقائد کو سمجھنے کے لئے نہایت مسکت دلائل کا حامل ہے اور مبلغین اور واعظین کے لیے نہایت کارآمد ہے اس دور میں ایسے مقالات کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے لیے ہم مولانا محمد ادریس کیلانی اور جمعیت شبان اہل حدیث کیلیانوالہ کو مبارکباد کا

خان محمد مجاہد کے متعلق ایک اور بیان

کچھ عرصہ قبل جماعتی جرائد میں مولانا حافظ عبدالغفور آف فاروقہ ضلع سرگودھا کا بیان بابت خان محمد مجاہد شائع ہو چکا ہے۔ میں اس بیان کی حرف بحرف تائید کرتا ہوں۔ گذشتہ دنوں میں خود بھی روڈو سلطان گیا تھا مسجد و مدرسہ کے منتظم اور مخلص عالم دین مولانا محمد حسین شفیق انبالوی و دیگر احباب سے معلومات حاصل کیں جس سے پتہ چلا کہ خان محمد مجاہد کے متعلق مذکورہ بیان صحیح ہے احباب اس کا سختی سے محاسبہ کریں (محمد لیٰسین راتمے ناظم نشر و اشاعت ضلعی جمعیۃ ڈیرہ غازی خان)

اطلاعات و اعلانات

الجماعۃ ـــــ مُفت حاصل کریں

مسلمانوں کے تمام فقہی مکاتب فکر میں مسلک اہلحدیث کی فوقیت اور برتری کے ثبوت میں ایک نہایت ورجہ مُدلل اور دستاویزی تحریر "الجماعۃ" حکیم عبدالرحمن خلیق کے قلم سے صفحات ۱۱۲ - الجماعۃ اپنے مندرجات کی اہمیت کی وجہ سے گزشتہ کچھ عرصہ سے جماعت کے مخیر لوگوں اور اداروں کی طرف سے تین روپے فی نسخہ لاگت قیمت کے عوض خرید کر مفت تقسیم کی جا رہی ہے۔ اب کچھ مزید اہل خیر نے ہمیں اس کی مزید مفت تقسیم کی ہدایت کی ہے۔ ضرورت مند شائقین ۵۰ پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر جلد منگوا لیں جماعت کے مخیر حضرات اور ادارے اس باب میں زیادہ گرمجوشی سے کام لیں اور اپنے مسلک کی برتری سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو متعارف کرائیں (اختر اقبال مہتمم ناظم رحمانی شفاخانہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ)

مولانا محمد عمر جونیجو کا انتقال

سندھ کے ممتاز اور مایہ ناز عالم دین

مولانا محمد عمر جونیجو ۲۸ دسمبر ۸۳ء کو اسّی سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم نابغہ روزگار عالم اور نہایت خلیق شخصیت کے مالک تھے۔ قرآن وحدیث کے علاوہ منطق، فلسفہ، صرف نحو اور ادب پر سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ مشکوٰۃ المصابیح کا ترجمہ اور تفسیر سندھی میں کیا۔ بلاشبہ سندھ ایک جید عالم فاضل سے محروم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے (مولا بخش محمدی مدرس مظہر الاسلام ضلع تھرپارکر سندھ)

بقیہ :- میاں طفیل محمد

اور اس کی دلیل وہی تھی جو مغربی جمہوریت کی اساس ہے کہ یہاں حنفی مسلمان دوسرے مکاتب فکر کے مسلمانوں کے مقابلہ میں زیادہ تعداد رکھتے ہیں۔

مولانا مودودی مرحوم تو اس سے پہلے بھی ایسے بیانات دے چکے تھے اور اُن بیانات کی حیثیت مولانا کے ذاتی بیانات سے زیادہ کچھ نہیں تھی لیکن جب ان کے بیان کے چند روز بعد قومی اتحاد کے صدر جناب مولانا مفتی محمود مرحوم نے بھی اپنے ایک بیان کے ذریعہ مولانا مودودی صاحب کے بیان کی تائید اور تصدیق کر دی تو یہ معاملہ ایک ملک گیر اور سب لوگوں کی مسلمہ فوجی جماعت کے سرکاری فیصلہ کی حیثیت اختیار کر گیا اور ظاہر ہے کہ پھر ان بیانات کا ملک کے کروڑوں غیر حنفی مسلمانوں کے اندر سخت ردِ عمل ظاہر ہوا۔ ان حالات میں کوئی احمق حکومت ہی ہوتی جو کتاب وسنت کے نام پر فقہ حنفیہ کو نافذ کر کے ملک کے کروڑوں باشندوں کی ناراضگی کا خطرہ قبول کرتی۔ اس طرح اسلام پاکستان کے دروازہ پر پہنچ کر پھر واپس لوٹ گیا۔

میاں صاحب سے دریافت طلب امر اب یہ ہے کہ آپ نے جو پھر پاکستانی ملت اسلامیہ کو کتاب وسنت کی طرف واپس لوٹنے کا مشورہ دیا ہے تو کیا آپ کے نزدیک کتاب وسنت کے معنی اب بھی فقہ حنفیہ ہی ہیں۔ اور آپ ملت پاکستانیہ کو فقہ حنفیہ کی طرف لوٹنے کا مشورہ دے رہے ہیں یا کتاب وسنت کو اس بار کتاب وسنت کے حقیقی معنوں پر ہی محمول کیا جائے گا اور اگر اس مرتبہ بھی کتاب وسنت نے بالآخر فقہ حنفیہ ہی بن جانا ہے تو یہ بات ابھی سے صاف ہو جانی چاہیئے۔

خط وکتابت کرتے وقت
خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

کشمینا
اُون
کشمینا اون جیسی کوئی اون نہیں
حاجی محمد ابراہیم اینڈ سنز
۶۲- شاہ عالم مارکیٹ، لاہور
فون: ۶۶۱۳۵

نام بھی اچھا - کام بھی اچھا
صوفی سوپ ہے سب سے اچھا
صوفی سوپ
گذشتہ اٹھائیس ۲۸ سال سے آزمایا ہوا
صوفی سوپ ہر قسم کے کپڑوں کی دھلائی کیلئے تمام صابنوں اور پوڈروں سے بہتر ہے،
تار: صوفی سوپ
فون: ۶۴۵۲۲
۵۴۵۲۲
صوفی سوپ فیکٹری رجسٹرڈ
۳۹ نیلینگ روڈ
لاہور

WEEKLY AL-AITISAM LAHORE
R.L. No. 5523